اللہ تعالیٰ کی صفتِ رقیب ہمیشہ مدنظر رکھو

(فرمودہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء)

۲۸۔ جنوری ۱۹۳۸ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے میاں عبدالوہاب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نکاح امۃ اللطیف بیگم صاحبہ بنت مفتی فضل الرحمن صاحب حکیم کے ساتھ ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

اللہ تعالیٰ ان آیات میں جن کا رسول کریم ﷺ نے نکاح کے موقع پر انتخاب فرمایا ہے فرماتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔[2] انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا مظہر بنایا اور مظہر ہونے کے لحاظ سے اس میں اپنی ان بعض صفات کا جو نظام کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں پر تو ڈالا اور ان کے ظہور اور ان کے جلوے کی طاقت اس میں رکھی۔ خدا تعالیٰ نے اس کے اندر طاقت رکھی ہے کہ وہ ربوبیت کا اظہار کرے، وہ رحمانیت کا اظہار کرے، وہ رحیمیت کا اظہار کرے، وہ مالکیت یوم الدین کا اظہار کرے، اسی طرح وہ سمیع ہونے کا، وہ بصیر ہونے کا، وہ غفور ہونے کا، وہ شکور ہونے کا، وہ ستار ہونے کا، وہ قادر ہونے کا، وہ قہار ہونے کا، وہ جبار ہونے کا، وہ مہیمن ہونے کا، وہ مؤمن ہونے کا اور جو دوسری صفات ہیں ان کا اظہار کرے گویا خدا تعالیٰ کی تصویر اور اس کی صفات کا انعکاس اس دنیا میں ہو۔

پس جو مقصد انسان کے سپرد کیا گیا ہے اس کے ماتحت ضروری تھا کہ یہ تمام قوتیں اس کے اندر ہوتیں۔ چنانچہ انسان کو خدا تعالیٰ نے سننے کی طاقت دی اور وہ سنتا ہے، دیکھنے کی طاقت دی اور وہ دیکھتا ہے، ایک حد تک خلق کی طاقت دی اور وہ بچے پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ میاں بیوی جب ملتے ہیں تو اس طاقت کے ماتحت ان کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح مصور ہونے کی طاقت دی اور وہ بڑی بڑی عمارتوں کے نقشے تیار کرتا اور تصویریں بناتا ہے، اسے محی ہونے کی طاقت دی اور وہ باریک در باریک بیماریوں کے معالجات کا علم رکھتا اور قریب الرگ بیماروں کو زندہ کر دیتا ہے، اسے ممیت ہونے کی طاقت دی اور وہ ایک مجرم کو پکڑتا اور اسے سزا کے طور پر قتل کر دیتا ہے۔ غرض یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھی ہیں اور اس لئے رکھی ہیں کہ وہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی تصویر بن جائے جیسے ایک آئینہ جسے عربی زبان میں مِرْاٰۃٌ کہتے ہیں دوسرے کی شکل دکھا دیتا ہے۔ عربی کے الفاظ اپنی ذات میں معانی پر بھی دلالت کیا کرتے ہیں چنانچہ عربی میں آئینہ کو اسی لئے مِرْاٰۃٌ کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کے وجود کو دکھا دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کو خدا تعالیٰ نے اس لئے بنایا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی تصویر دنیا کو دکھا دے اور اگر وہ اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھالے جس رنگ میں شریعت اسے ڈھالنا چاہتی ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا کامل مظہر بن سکتا ہے لیکن سب انسان اس رنگ کو اختیار نہیں کرتے بلکہ وہ بعض صفات کو لے لیتے اور بعض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی پوربیہ مر گیا اور اس کی بیوی نے اپنے قبیلہ کے حسب حال بَین ڈالنے شروع کر دیئے۔ جب وہ رونے پیٹنے لگی تو اس دوران میں اس نے اپنے خاوند کی بعض باتیں یاد دلائیں تاکہ اس کی بے کسی کو دیکھ کر اور لوگ بھی روئیں چنانچہ کہنے لگی۔ فلاں شخص سے اس نے اتنی رقم لینی تھی اب کون لے گا۔ اس سے غرض اس کی یہ تھی کہ اب میں لاوارث رہ گئی ہوں میرے کام کون سرانجام دے گا۔ مگر جب وہ روتی اور پیٹتی اور کہتی ہائے ہائے اب فلاں سے جو رقم میں نے لینی ہے وہ کون لے گا تو ایک پوربیہ جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا وہ کہتا اری ہم ری ہم۔ پھر اس نے کہا فلاں جگہ ہماری اتنی زمین ہے اس کا اب کون انتظام کرے گا تو وہ جھٹ بولا اری ہم ری ہم۔ پھر کہنے لگی فلاں جگہ ہمارا کام ہے اس کو کون سنبھالے گا تو وہ فوراً بولا اور کہنے لگا اری ہم ری ہم۔ پھر اس نے کہا ہائے میرے خاوند نے فلاں کا اتنا قرضہ دینا تھا اب وہ کون دے گا تو وہ کہنے لگا بھئی برادری میں سے کوئی اور بھی بولے یا میں

ہی بولتا چلا جاؤں۔ تو جب تک لینے کا سوال تھا وہ آگے رہا مگر جب دینے کا سوال آیا تو پیچھے ہٹ گیا۔ یہی حال انسان کا ہے جب انسان کو کہا جاتا ہے ـ تو خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے تو وہ بڑا خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ تو بڑی اچھی بات ہے چنانچہ وہ اس امر پر بنیاد رکھتے ہوئے کہنا شروع کر دیتا ہے خدا مالک ہے اس لئے میں بھی مالک ہوں، خدا قہار ہے اس لئے میں بھی قہار ہوں، خدا جبار ہے اس لئے میں بھی جبار ہوں مگر جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ رب بھی ہے، وہ رحمٰن بھی ہے، وہ رحیم بھی ہے، وہ غفار بھی ہے، وہ ستار بھی ہے تو وہ مڑ کر دوسرے انسانوں کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے ارے میں ہی خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنتا چلا جاؤں یا تم میں سے بھی کوئی بنے گا؟ گویا جہاں تک مالکیت، قہاریت اور جباریت کا سوال ہو، جہاں تک بڑائی اور عظمت کے حصول کا سوال ہو وہ کہتا ہے کہ میں جو خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرنے والا ہوں کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جہاں رحیمیت کا سوال آجاتا ہے، جہاں رحمانیت کا سوال آجاتا ہے، جہاں ستار اور غفار ہونے کا سوال آجاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ اور جو دنیا میں لاکھوں لوگ ہیں وہ کیوں ان صفات کا مظہر نہیں بنتے۔

اللہ تعالیٰ کی ان ہی صفات میں سے جن کو انسان غلط طور پر استعمال کرتا اور جن پر کلیتہً حاوی ہو جانا چاہتا ہے، ایک صفت رقیب بھی ہے اور اسی کی طرف اس آیت میں جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے توجہ دلائی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاد رکھو رقیب میں ہوں۔ یعنی خدا ہی ہے جو لوگوں کا نگران ہے وہ زید کے اعمال کو دیکھتا اور پھر اس کے متعلق فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اچھا ہے یا برا۔ پھر وہ بکر کا رقیب بنتا اور اس کے اعمال کی نگرانی کر کے اس کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اچھا ہے یا برا۔

پس خدا رقیب ہے اور چونکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اس لئے دنیا کے اکثر انسان لوگوں کے رقیب بننے کے بڑے شائق ہوتے ہیں چاہے وہ خدا کو مانیں یا نہ مانیں۔ بیشتر حصہ دنیا کے لوگوں کا رقیب بنا چاہتا ہے، بیشتر حصہ دنیا کے لوگوں کا قادر بننا چاہتا ہے، بیشتر حصہ دنیا کے لوگوں کا جبار بنا چاہتا ہے، بیشتر حصہ دنیا کا قادر بنا چاہتا ہے، بیشتر حصہ دنیا کے لوگوں کا جبار بنا چاہتا ہے، بیشتر حصہ دنیا کے لوگوں کا قہار بنا چاہتا ہے۔ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر ہو جانے کا کوئی قائل ہو یا نہ ہو وہ اس بات کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ جو تورات میں آتا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی شکل پر بنایا پھر بھی عملی طور پر

وہ یہ کہتا دکھائی دیتا ہے کہ کیوں نہ میں مالک بنوں، کیوں نہ میں رقیب بنوں۔ اور اس طرح کہیں وہ تمام دنیا کے لوگوں کو نیچے گرا کر ان پر خود کھڑا ہو جانا چاہتا ہے، کہیں جبار بن کر ظاہر ہوتا ہے اور خدا تو جبار مصلح کے معنوں میں ہے مگر وہ جبار ظلم کے معنوں میں بنتا ہے، پھر کہیں وہ مالک بنتا ہے اور کہتا ہے سب دنیا میری ہے۔ کہیں وہ ملک بنتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب لوگ میری اطاعت کریں یہاں تک کہ اگر کوئی اس کی بات کا جواب بھی دے تو کہتا ہے نامعقول پاجی تم جانتے نہیں ہم کون ہیں۔ حالانکہ وہ نہ اسے رزق دے رہا ہوتا ہے، نہ اس کا افسر ہوتا ہے، نہ اسے کپڑے دیتا ہے، نہ اسے کھانا دیتا ہے، فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کی تنخواہ سو روپے ہوتی ہے اور دوسرے کی تنخواہ دس۔ مگر اتنی سی بات پر وہ اسے نامعقول پاجی کہہ دیتا ہے، یا دوسرے کا صرف اتنا قصور ہوتا ہے کہ وہ سید، مغل، راجپوت یا برہمن نہیں ہوتا بلکہ کسی اور قوم میں سے ہوتا ہے اور یہ جو کسی اعلیٰ قوم میں سے ہوتا ہے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے شرم نہیں آتی کمینہ کہیں کا۔ حالانکہ کمینہ وہ خود ہوتا ہے جو دوسروں کو اپنی حکومت جتاتا اور ان کے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ تو محض اس وجہ سے کہ اپنے زعم میں اسے کوئی فوقیت حاصل ہے وہ خیال کرتا ہے کہ کسی کا کوئی حق نہیں کہ میرے معاملات میں دخل دے، کسی کا کوئی حق نہیں کہ مجھے نصیحت کرے، کسی کا کوئی حق نہیں کہ مجھے جواب دے، چاہے وہ کتنی ہی غیر معقول بات کہہ رہا ہو۔ قومیں ہیں تو ان کا یہی طریق ہے اشخاص ہیں تو ان کا یہی رنگ ہے اور تعجب آتا ہے کہ محض اس وجہ سے کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے مالکیت اور قہاریت اور جباریت اور قادریت کی طاقتیں رکھی ہیں وہ ان طاقتوں کا کس طرح ناجائز استعمال شروع کر دیتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے یہ طاقتیں انسان میں اس لئے رکھی تھیں کہ وہ تھوڑا سا رب بنے، تھوڑا سا رحیم بنے، تھوڑا سا غفور بنے، تھوڑا سا شکور بنے، تھوڑا سا سمیع بنے، تھوڑا سا بصیر بنے، تھوڑا سا جبار بنے، تھوڑا سا قہار بنے، تھوڑا سا مالک بنے مگر یہ کیا کرتا ہے؟ یہ اپنے مطلب کی صفات لے لیتا ہے اور کہتا ہے سارا ملک میں، سارا جبار میں، سارا قہار میں اور سارے رحیم اور غفور اور شکور اور ستار اور غفار دوسرے۔ یہ بعینہٖ ویسی ہی تقسیم ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی چالاک شخص تھا جس نے کسی سادہ لوح سے اشتراک کر کے کھیتی بوئی اور کہا کہ ابھی سے آپس میں تقسیم کر لینی چاہئے دوسرے نے کہا یہ درست ہے ابھی سے ہم تقسیم کر لیں اور تقسیم یہی ہے کہ آدھا حصہ تم لے لینا اور آدھا میں لے لوں گا۔ اس نے کہا اچھا ہے آدھا حصہ لے لینا مگر

نیچے کا حصہ میں لوں گا اور اوپر کا حصہ تم لینا۔ اس پر فیصلہ ہو گیا اور اس نے مولیاں بیج دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب تقسیم کا وقت آیا تو مولیاں آپ لے گیا اور پتے دوسرے شخص کو دے دیئے۔ دوسری دفعہ پھر اس نے اس سے اشتراک کیا اور پوچھا کہ اب کون سا حصہ لوگے اس نے سوچا کہ پہلے اوپر کا حصہ لے کر مجھے گھاٹا رہا تھا اب میں نچلا حصہ لیتا ہوں چنانچہ کہنے لگا نچلا حصہ میں لوں گا اور اوپر کا حصہ تم لے لینا۔ اس نے گیہوں بو دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ دانے دانے یہ گھر میں لے آیا اور ڈنٹھل اسے لینے پڑے، یہ تلخ تجربہ دیکھ کر وہ کہنے لگا اب پھر ہم اکٹھی کھیتی بوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اوپر کی چیز بھی میں لوں گا اور نیچے کی بھی میں لوں گا تم درمیان کی چیز لے لینا۔ اس نے سمجھا کہ اگر اب کی مرتبہ اس نے مولیاں بیج دیں تب بھی مجھے فائدہ رہے گا اور اگر گیہوں بوئے تب بھی فائدہ رہے گا مگر اس نے مکئی بو دی اور جب فصل کاٹنے کا وقت آیا تو اوپر نیچے کے ٹانڈے اسے لینے پڑے اور دانے یہ گھر لے آیا۔

یہی حال انسان کا ہے۔ خدا نے تو یہ چاہا تھا کہ وہ کچھ مالکیت لے لے، کچھ قہاریت لے لے، کچھ جباریت لے لے، کچھ ستار بنے، کچھ غفار بنے، کچھ رحیم بنے، کچھ کریم بنے، کچھ غفور بنے، کچھ شکور بنے اور اس طرح تھوڑی تھوڑی صفات الٰہیہ تمام انسانوں میں تقسیم ہو جائیں اور سارے انسان ہی میری صفات کا مکمل نمونہ بنیں اور ان کے آئینہ میں میری ہر صفت کا انعکاس ہو۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کی صفات کو تقسیم کرنا چاہتا ہے جیسے بکرے کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صفات الٰہیہ کا انعکاس بھی منقسم ہوتا ہے مگر وہ جہاں بھی جاتا ہے سارے کا سارا جاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نہیں جاتا۔ تم ایک آدمی کے سامنے ہزار آئینہ بھی رکھ دو۔ ہر آئینہ میں اس کی تصویر آئے گی۔ یہ نہیں ہو گا کسی میں اس کی ناک آئے، کسی میں سر، کسی میں ہاتھ اور کسی میں پاؤں بلکہ ہزار آئینے میں ہزار ہی اس کی مکمل تصویریں ہوں گی۔ اور اگر ہزار کی بجائے تم لاکھ یا کروڑ یا ارب آئینہ بھی رکھ دو تو یہ نہیں ہو گا کہ کسی میں اس کا سر آگیا تو کسی میں ٹانگیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر انسان کی مکمل صورت آجائے گی۔

یہی خدا تعالیٰ کا انسان کو اپنی صفات کا جلوہ گاہ بنانے سے منشاء ہے یعنی وہ اپنا انعکاس چاہتا ہے نہ کہ تجزیہ اور تقسیم۔ مگر انسانوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کا مکمل انعکاس ظاہر کرنے کی بجائے اس کی صفات کو تقسیم کرنا شروع کر دیا جیسے بکرے کی کلیجی اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا

ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ تجزیہ اگر ہوگا تو برکات کا ہوگا اس لئے انہیں برکات الہیہ حاصل نہیں ہوتیں بلکہ وہ ان کے حصول سے محروم رہتے ہیں کیونکہ برکات تو جہاں جائیں گی مکمل صورت میں جائیں گی اور جب بھی انہیں تقسیم کیا جائے گا ان کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ جس طرح پانی کا ایک گلاس اگر کسی نے لینا ہو تو ضروری ہے کہ وہ گلاس بھی اٹھائے تب اسے پانی ملے گا۔ اگر وہ پانی کو انگلیوں سے پکڑنا چاہے گا تو بہہ جائے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے نور کا حال ہے اور پانی تو پھر بھی سیال ہونے کے باوجود ایک کثیف چیز ہے خدا تعالیٰ کا نور بہت ہی لطیف ہے اس کو اگر کوئی شخص اپنے قلوب میں نازل کرنا چاہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اسے لے لے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس نور پر ہاتھ مارے تو اس کا کوئی حصہ اس کے ہاتھ میں آجائے۔ اگر یہ اس قسم کی حماقت کرے گا تو اس کی ایسی ہی مثال ہوگی۔ جیسے کہتے ہیں کہ کسی میراثی کے ہاں رات کے وقت کوئی چور آگیا اس نے بتیرا تلاش کیا مگر اسے کوئی چیز نہ ملی۔ اتفاقاً اسی تلاش میں وہ اس کمرہ میں گھس گیا جہاں میراثی سویا ہوا تھا۔ آہٹ پاکر میراثی کی آنکھ کھل گئی اور اسے معلوم ہو گیا کہ چور اندر داخل ہے مگر وہ چپکا پڑا رہا اور مسکراتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے اس کمرہ کے فرش پر ایک جگہ کچھ سفیدی سی نظر آئی دراصل اس کمرہ میں اندھیرا تھا اور دروازے کے اندر سوراخ سے چاند کی روشنی اندر پڑ رہی تھی۔ چور نے سمجھا کہ یہ آٹا پڑا ہوا ہے اسے خیال آیا کہ اگر اور کوئی چیز نہیں ملی۔ تو چلو آٹا اٹھا کر ہی لے چلیں۔ چنانچہ اس نے چادر بچھائی اور آٹا اٹھانے کے خیال سے اس نے اس نور کو ہاتھ جو مارا تو بے اختیار میراثی کی ہنسی نکل گئی اور وہ کہنے لگا "ججمان کیوں تکلیف کر دے او ایتھے سانوں دنے کچھ نہیں ملدا تہانوں راتیں کی مل سکدا ہے"۔ یہی مثال اس شخص کی بھی ہوتی ہے یہ بھی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نور اپنے ہاتھ سے پکڑے حالانکہ وہ نور آنکھوں میں آتا ہے، وہ نور دماغ میں آتا ہے، وہ نور دل میں آتا ہے، کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں آتا اور وہ جب بھی آئے گا مکمل آئے گا اور اگر وہ اس کے کسی حصہ پر ہاتھ مار کر تمام نور اٹھانا چاہے گا تو بہہ کر سب نور اس کے پاس سے چلا جائے گا۔

میرے سامنے اس وقت ایک مصری دوست (السید عبدالحمید آفندی خورشید آف قاہرہ) بیٹھے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے مصر کا ایک لطیفہ یاد آگیا۔ جب میں مصر گیا تو ایک دفعہ ہم کسی باہر کے مقام سے ریل میں بیٹھ کر آرہے تھے کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور ہم ریل کے اس کمرہ میں

چلے گئے جو کھانے کے لئے مخصوص تھا ہمارے ملک میں تو یہ بات نہیں مگر مصر میں کثرت سے یوروپین لوگ آتے ہیں وہاں بہت سے یورپین بیٹھے تھے کچھ ہم ہندوستانی چلے گئے۔ مصر میں ایک کھانا ہوتا ہے جسے میکرونی (معکرونہ) کہتے ہیں وہ اٹالین سویاں ہوتی ہیں اور بڑی لمبی لمبی ہوتی ہیں ان کے متعلق قاعدہ ہے کہ پہلے انہیں ابال لیتے ہیں اور پھر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیتے ہیں اور ایک ایک ٹکڑا کانٹے میں پروکر اور اسے لپیٹ کر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ ان انگریزوں میں سے ایک ایسا تھا جو غالباً نیا ہی مصر میں آیا تھا اور اس نے میکرونی کبھی کھائی نہیں تھی۔ ہم چونکہ اٹالین جہاز میں گئے تھے اور ہمیں پتہ تھا کہ میکرونی کس طرح کھاتے ہیں اس لئے ہمیں تو کوئی دقت محسوس نہ ہوئی مگر اس انگریز کو سخت مشکل پیش آئی اور اتفاقاً وہ سویاں کچھ خاص طور پر لمبی تھیں۔ وہ بیچارا سویوں کو کانٹے سے اٹھاتا اور آہستہ آہستہ منہ کی طرف لاتا اور یوں معلوم ہوتا جس طرح اس نے مرا ہوا سانپ اٹھایا ہوا ہے مگر چونکہ وہ بہت لمبی تھیں اس لئے جب منہ میں ڈالنے لگتا تو پھسل کر گر جاتیں۔ وہ پھر میکرونی اٹھاتا اور چمچہ سے نیچے سہارا دیتا اور آہستہ آہستہ اوپر لاتا مگر جب منہ کے قریب پہنچتیں تو دوسری طرف سے پھسل کر نیچے جاپڑتیں۔ یہ دیکھ کر اسے سخت ندامت محسوس ہوتی اور اسی شرم کے مارے وہ آنکھ اٹھا کر کسی کی طرف نہ دیکھتا اور سر جھکائے چار پانچ دفعہ اس نے چاہا کہ میکرونی منہ میں ڈالے مگر اسے کھانے کا طریق معلوم نہ تھا اس لئے وہ پھسل پھسل کر نیچے جاپڑتیں اور دوسرے لوگ اسے دیکھ دیکھ کر ہنستے رہے۔

یہی حال انسان کا ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے سب جباریت سب قہاریت اور سب قادریت میں لے لوں اور جس قدر ربوبیت اور رحیمیت اور رحمانیت کی صفات ہیں وہ دوسرے لے لیں اور اس طرح وہ سمجھتا ہے کہ وہ خالی جباریت، خالی قہاریت اور خالی مالکیت لے کر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو گیا حالانکہ خالی جباریت، خالی قہاریت اور خالی مالکیت شیطان میں ہوتی ہے۔ پس جس وقت وہ سمجھتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو گیا دراصل وہ شیطان کی صفات کا مظہر بنا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور اس کے دل سے نکل چکا ہوتا ہے۔ کیونکہ صفات الٰہیہ کے ٹکڑے کرنا شیطان کا کام ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کفار کے متعلق فرماتا ہے کہ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔ [۳] کہ انہوں نے قرآن کریم کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا ہے۔ پس جو شخص صفات الٰہیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے بیٹھ جاتا ہے وہ کافر

بنتا ہے مؤمن نہیں بنتا۔ اسی لئے کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ۔ ؎ کہ ہم بعض باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ تو جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کی صفات کا تجزیہ اور تقسیم کرتا اور اپنے ذہن میں یہ خیال کرکے خوش ہو رہا ہوتا ہے کہ میں الٰہی صفات کا مظہر ہو گیا در اصل وہ شیطان کے قریب ہو گیا ہوتا ہے۔ ورنہ جو واحد اور منفرد خدا ہے اس کا تجزیہ کس طرح ہو سکتا ہے جس کا تجزیہ ہو سکتا ہے وہ تو شیطان ہی ہے اسی لئے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ تم چاہتے ہو کہ ہم ہی دنیا کے رقیب بن جائیں اور تمہیں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہمارے سر پر بھی کوئی رقیب اور نگران بیٹھا ہے۔ پس کیوں تم اپنے آپ کو خدا بنانا چاہتے ہو اور کیوں یہ نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ نے یہ صفات اور یہ طاقتیں تم میں اپنے انعکاس اور تصویر کے لئے رکھی ہیں۔ فرض کرو تمہاری کوئی تصویر ہو اور اسے قوت گویائی دے دی جائے اور وہ یہ کہنے لگ جائے کہ میں ہی اصل آدمی ہوں تو تم کس قدر اسے حقیر سمجھو گے اور اس کی اس حرکت پر ہنسو گے۔ اس طرح ایک کاغذی انسان بلکہ کاغذ سے بھی زیادہ کمزور بے حقیقت اور ذلیل انسان اٹھتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی بعض صفات اپنے اندر لے کر جو اس کو کبر کے اظہار کی توفیق دے دیتی ہیں یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ میں ہی رقیب ہوں، میں ہی مالک ہوں، میں ہی قادر ہوں اور وہ بھول جاتا ہے اس امر کو کہ خدا تعالیٰ جہاں قادر ہے، جہاں قہار ہے، جہاں جبار ہے وہاں وہ ستار بھی ہے، وہاں وہ غفار بھی ہے، وہاں وہ شکور بھی ہے، وہاں وہ غفور بھی ہے۔ وہ وراء الوریٰ طاقتیں اور عظیم الشان طاقتیں رکھنے کے باوجود پھر تذلل اختیار کرتا پھر انسان کی خدمت کے ہزاروں سامان پیدا کرتا، پھر ایک ادنیٰ دوست کی طرح اس کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے آؤ میں تمہاری فلاں خدمت کروں، آؤ میں تمہاری راحت کے لئے فلاں سامان مہیا کروں۔ پس وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جس کی طرف سے اسے یہ طاقتیں ملی ہیں جب وہ یہ محبت کا طریق اختیار کرتا، اپنے بندوں کے لئے تنزل اختیار کرتا اور ان کی خدمت کے لئے ہزاروں سامان پیدا کرتا ہے تو میں جو اس کی ایک تصویر ہوں ان صفات سے کب مستغنی ہو سکتا ہوں مگر خدا تعالیٰ کی صفات کے وہ بعض حصے جو کبریائی اور بڑائی پر دلالت کرتے ہیں انہیں انسان جب اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ

میں خدا کا نائب ہو گیا حالانکہ وہ خدا کا نائب نہیں بلکہ شیطان کا نائب ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا تجزیہ کرنے والا شیطان ہے اور شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ استکبر وہ متکبر ہوتا ہے۔ حالانکہ استکبار مؤمن بھی کرتا ہے مگر مؤمن جہاں ایک طرف استکبار کرتا ہے وہاں دوسری طرف سجدہ میں اپنا سر بھی جھکا دیتا ہے۔ پس مؤمن کے استکبار اور شیطان کے استکبار میں فرق یہی ہے کہ مؤمن تجزیہ نہیں کرتا یعنی وہ تمام صفات کا مظہر بنتا ہے مگر شیطان صفات الٰہیہ کا تجزیہ کر کے اس کی صرف ان صفات کو لے لیتا ہے جو کبریائی اور بڑائی پر دلالت کرتی ہیں اور باقی سب کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ آخر جب ہم کہتے ہیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ۔ [۵] کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو تو کیا ہم ساتھ ہی یہ بھی نہیں کہہ رہے ہوتے کہ تم متکبر بھی بنو کیونکہ متکبر خدا تعالیٰ کی صفت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم شیطان کو استکبار کی وجہ سے شیطان کہتے ہیں مگر مؤمن کو نہیں۔ بلکہ اگر مؤمن متکبر نہ ہو تو ہم کہیں گے کہ وہ صفات الٰہیہ کا کامل مظہر نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مؤمن تمام صفات کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے وہ ایک موقع پر اگر بڑائی کا اظہار کرتا ہے تو دوسرے موقع پر تذلّل اختیار کرتا اور خدا تعالیٰ کی صفات ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت وغیرہ جو خدمت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ان پر بھی عمل کر کے دکھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتہ بھی بعض جگہ متکبر ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں شیطان کی اطاعت کا سوال آتا ہے وہاں وہ انکار کر دیتا ہے مگر جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سوال ہو وہاں انتہائی عاجزی سے جھک جاتا ہے۔ پس وہ شخص جو تمام صفات الٰہیہ کا مظہر بنتا ہے وہی ہے جو حقیقی معنوں میں مؤمن کہلا سکتا ہے مگر جو ایک حصہ کو تسلیم کرتا اور ایک حصہ کا انکار کرتا ہے وہ شیطان ہوتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ دیکھو اب نکاح کے بعد تمہاری ایک دوسرے سے رشتہ داریاں ہوں گی اور تم ایک دوسرے کے رقیب بننا چاہو گے اور کہو گے کہ فلاں نے یہ کیوں کہا اور فلاں نے وہ کیوں کہا اور تم اس بات کو بھول جاؤ گے کہ تم محض ایک انعکاس اور تصویر ہو اور اصل نگران تم نہیں بلکہ اصل نگران خدا ہے۔

ایک چھوٹا بچہ جب اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہا ہوتا ہے وہ اپنی بڑائی کے بڑے دعوے کرتا ہے مگر جونہی کسی بڑے آدمی کو دیکھتا ہے سہم کر خاموش ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھی اس بڑے کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا کرو بے شک تم رقیب ہو مگر تم عکسی رقیب ہو اور

گو تصویر بھی بھلی معلوم ہوتی ہے مگر تصویر اور اصل میں کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ ایک بہادر شخص جس کے ہاتھ میں خنجر ہو اس کو اگر کسی وقت شیر سے مقابلہ کرنا پڑے تو وہ اپنے خنجر سے شیر کو مار سکتا ہے لیکن اسی شخص کی اگر ایک تصویر ہو اور اس تصویر میں یہ دکھایا گیا ہو کہ اس کے ہاتھ میں خنجر ہے تو وہ کوئی حقیقت نہیں رکھے گی بلکہ اس کو ایک چوہا بھی کتر کر رکھ دے گا۔ تو گو تصویر میں حسن اور خوبصورتی ہوتی ہے مگر طاقت اتنی بھی نہیں ہوتی کہ ایک چوہے کا مقابلہ کر سکے اس کے مقابلہ میں جو اصل انسان ہو وہ شیر کو بھی مار سکتا ہے۔ تو فرمایا تم اپنی نگاہ ہمیشہ اوپر کی طرف رکھا کرو۔ بے شک رشتہ داری تعلقات میں ایک نظام کو قائم رکھنے کی وجہ سے بعض کو افسری ملے گی اور بعض کو ماتحتی مگر تم سمجھ لو کہ اصل افسر خدا ہی ہے اور تمہاری افسری محض دکھاوے کی چیز ہے۔

رشیا کا ایک مشہور بادشاہ پیٹر[۶] نامی گزرا ہے۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رعایا کے حالات کی نگرانی کے لئے بھیس بدل کر شہر اور دیہات میں گشت لگایا کرتا۔ ایک دفعہ وہ کسی جگہ سے گزر رہا تھا کہ ایک سارجنٹ جو چھٹی پر آیا ہوا تھا اپنے مکان کے دروازے کے آگے کھڑا سگار پی رہا تھا۔ گاؤں والے تو سپاہی کو بھی بڑا آدمی سمجھتے ہیں پھر اگر کوئی سارجنٹ ہو جائے تو اسے تو خاص توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ اسی طرح کھڑا تھا کہ بادشاہ نے سوال کیا کہ میاں میں نے فلاں کی طرف جانا ہے اس طرف کون سا راستہ جاتا ہے۔ سارجنٹ یہ بات سن کر بادشاہ کی طرف متوجہ بھی نہ ہوا بلکہ اس نے دوسری طرف اپنا منہ پھیرتے ہوئے انتہائی بے رخی سے کہا "چلے جاؤ سیدھے"۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات بہت بری معلوم ہوئی کہ اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ میری طرف منہ کر کے بات کرتا اور اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ فوج سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے پھر بھی منہ نہ موڑا اور کہنے لگا "ہوں" بادشاہ نے کسی معمولی عہدے کا نام لیا اور پوچھا کیا آپ وہ ہیں۔ وہ سگار کا کش لگاتے ہوئے نہایت متکبرانہ انداز میں کہنے لگا "اوپر چلو" یعنی تم نے جو درجہ بتایا ہے یہ بہت چھوٹا ہے اس سے اوپر کسی درجے کا نام لو۔ اس نے پھر کسی اور عہدے کا نام لیا اور پوچھا کیا آپ وہ ہیں؟ اس نے کہا "اوپر چلو" بادشاہ کہنے لگا کیا آپ کارپورل ہیں وہ کہنے لگا "اوپر چلو" بادشاہ نے پوچھا کیا آپ سارجنٹ ہیں؟ وہ مسکرا کر کہنے لگا "ہاں تم اب سمجھے کہ میرا درجہ کیا ہے" یہ پوچھ کر بادشاہ آگے چلنے لگا۔ تو چونکہ ان باتوں کی وجہ سے اس سارجنٹ کو بھی کچھ دلچسپی ہو گئی تھی اس لئے وہ کہنے لگا میاں کیا تمہارا بھی فوج

سے تعلق ہے۔ بادشاہ کہنے لگا ہاں میرا بھی فوج سے تعلق ہے۔ وہ کہنے لگا کیا کارپورل ہو۔ بادشاہ نے کہا اوپر چلو۔ پھر اس نے کہا کیا سارجنٹ ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" اس پر وہ کچھ مؤدب سا ہو گیا اور کہنے لگا کیا آپ سیکنڈ لیفٹیننٹ ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" کہنے لگا کیا لیفٹیننٹ ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" کہنے لگا کیا آپ کیپٹن ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" وہ کہنے لگا کیا آپ میجر ہیں اور یہ کہتے ہوئے وہ بہت ہی خوف زدہ ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" وہ کہنے لگا کیا آپ لیفٹیننٹ کرنل ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" وہ کہنے لگا کیا آپ کرنیل ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" پھر تو وہ بہت ہی گھبرایا اور کہنے لگا کیا آپ جرنیل ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو"۔ وہ کہنے لگا کیا آپ کمانڈر انچیف ہیں۔ بادشاہ نے کہا "اوپر چلو" یہ سنتے ہی اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور حضور بادشاہ سلامت کہتے ہوئے اس کے قدموں میں گر گیا۔ یہی انسانی حالت ہوتی ہے وہ ہمیشہ نچلوں کو دیکھتا اور دیکھ کر اپنی حیثیت کا اندازہ لگاتا اور کہتا ہے میں بھی کچھ بن گیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے تم کدھر دیکھتے ہو اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ادھر دیکھو تا تم کو اپنا مقام یاد رہے اور تمہیں معلوم ہو کہ تمہاری کیا حیثیت ہے۔

تو نکاح کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے اس آیت کا انتخاب کر کے ایک لطیف وعظ کیا ہے اور مرد کو بتایا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ملک میں جب میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوتا ہے تو مرد ہمیشہ عورت سے کہا کرتا ہے کہ "توں ہیں کی پیر دی جتی ہی تے ہیں۔ اک لاہی تے دوجی پالئی" یعنی تمہاری حیثیت پاؤں کی جوتی سے زیادہ نہیں جو ایک اتار کر دوسری پہن لی جاتی ہے۔ ایسے موقع پر کیا لطیف نصیحت کی ہے۔ فرماتا ہے تم اب بادشاہ تو بننے لگے ہو مگر میاں ذرا اوپر بھی دیکھ لیا کرنا۔ خود رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے۔ کُلُّکُمۡ رَاعٍ وَکُلُّکُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِیَّتِہٖ[4] کہ ہر ایک تم میں سے بادشاہ ہے اور ہر ایک سے اپنی اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ گویا بادشاہ کہہ کر اسلام نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا اور اسے بھی یہ خیال آنے لگ گیا کہ میں کچھ ہوں۔ مگر کُلُّکُمۡ مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِیَّتِہٖ کہہ کر پھر اسے اس کے اصل مقام پر لے آیا اور بتا دیا کہ تم پر ذمہ داریاں بھی بہت ہیں اور اوپر کا بادشاہ تم سے سوال کرے گا کہ تم نے اپنی ذمہ داری کو کس حد تک پورا کیا؟ گویا یک دم انسان کا دماغ بلند کر کے اسلام اسے اوپر بھی لے گیا اور پھر

ساتھ ہی اس کی نیکی اور تقویٰ کا سامان بھی کر دیا۔ پس رسول کریم ﷺ نے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ کہ تم بادشاہ بھی ہو مگر تم پر ایک اور بادشاہ بھی ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے معاملات میں اس کا خیال رکھ لیا کرو گویا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ میں جو کچھ بیان کیا گیا تھا رسول کریم ﷺ نے اس کا اپنے الفاظ میں ترجمہ کر دیا پس یہ آیت جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے اس کا پہلا حصہ یہ بتایا ہے کہ بعض دفعہ تم بڑے ہوتے ہو اور تمہارے رشتہ دار چھوٹے ہوتے ہیں اور تم تکبر سے انہیں دھتکار دیتے اور کہتے ہو کہ ہم کہاں اور تم کہاں مگر دیکھو یہ باری کبھی بدل بھی جاتی ہے اور چھوٹے بڑے اور بڑے چھوٹے ہو جاتے ہیں اس لئے یہی بہتر ہے کہ صلح صفائی سے رہو۔

ایک دوست نے ایک دفعہ لطیفہ سنایا۔ وہ لاہور میں اس وقت کونسل کے ممبر تھے مگر اب کونسل کے ممبر نہیں بلکہ اس سے بہت بڑے عہدہ پر فائز ہیں کہ ایک دفعہ جب پنجاب کونسل کے لئے الیکشن کا زور تھا ان دنوں ایک زمیندار نے ووٹوں کے حصول میں میری خاص مدد کی اور سو دو سو ووٹ لوگوں سے مجھے دلوا دیئے۔ میں نے سمجھا اس نے یہ ووٹ مجھے اس لئے دلوائے ہیں کہ اسے میرے متعلق یہ خیال ہے کہ میں کونسل میں خدمت خلق کا خیال رکھتا ہوں، اس کی اور کوئی غرض نہیں کیونکہ وہ دوست کسی کے آگے ہاتھ جوڑ کر ووٹ مانگنے کے عادی نہیں بلکہ یہ کہا کرتے ہیں کہ میں اس رنگ میں کام کرنے والا شخص ہوں اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے حقوق کی نگرانی کروں تو مجھے ووٹ دے دو۔ اپنی اس سعادت کے لحاظ سے انہوں نے بتایا کہ میں سمجھتا رہا اس نے بھی مجھے ایک خادم وطن سمجھ کر ووٹ دلائے ہیں۔ لیکن جب الیکشن ختم ہو گیا اور میں کامیاب ہو گیا تو ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا فلاں جگہ کا ڈپٹی کمشنر آپ کے زیر اثر ہے اس کے سامنے فلاں گاؤں کی نمبرداری کا سوال ہے اور بعض اور لوگ بھی امیدوار ہیں آپ میری سفارش کر دیں۔ میں نے اسے کہا کہ میں اپنے اصول کا پابند ہوں اور میری یہ عادت ہے کہ میں ایسے معاملات میں جہاں مقدمے کی کوئی صورت ہو کسی کی سفارش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس لئے مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ کہنے لگا آپ بدنامی سے ڈرتے ہوں گے آپ اس کا فکر نہ کریں آپ خط لکھ کر مجھے دے دیں میں صاحب کو پڑھا کر اسی وقت اس سے واپس لے کر پھاڑ ڈالوں گا۔ میں نے کہا یہ اصول کا سوال ہے بدنامی کا نہیں۔ جب میں ایسے معاملات میں سفارش کرنے کا عادی ہی

نہیں تو آپ کی کس طرح سفارش کردوں۔ کہتے ہیں اس پر وہ کچھ بولا نہیں اور چپ کر کے چلا گیا شکل سے میں نے سمجھا کہ اس نے میرے جواب کو ناپسند کیا ہے مگر میں نے کہا خیر میں بھی مجبور ہوں۔ اس واقعہ پر ایک عرصہ گزر گیا اور درمیاں میں اس نے کبھی اس کا مجھ سے ذکر نہ کیا لیکن جب دوبارہ الیکشن کا وقت آیا تو دوستوں کی طرف سے مجھے رپورٹ پہنچی کہ وہ شخص جس نے گزشتہ الیکشن کے موقع پر آپ کی خاص طور پر مدد کی تھی اب کچھ بگڑا بیٹھا ہے۔ آپ اس کے پاس چلیں اور اسے بھی ووٹ دینے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں میں اور بعض معزز دوست اس کے مکان پر گئے وہ اس وقت اپنے صحن میں بیٹھا تھا۔ اس نے ہمارے لئے موڑھے بچھا دیئے مگر منہ دوسری طرف کر لیا اور حقہ کے کش لگانے شروع کر دیئے۔ دوستوں نے اسے کہا کہ چوہدری صاحب ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اب الیکشن ہو رہا ہے آپ اپنے زیر اثر لوگوں کو تحریک کریں کہ وہ ان صاحب کو ووٹ دیں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات سن کر اس نے پھر بھی ہماری طرف منہ نہ کیا اور اسی طرح حقہ کا کش لگاتے ہوئے کہا "سانوں اس نال کی" یعنی ہمیں اس سے کیا غرض ہے وہ کہنے لگے نہیں یہ بڑے لائق آدمی ہیں انہیں ضرور ووٹ دلائیں۔ اس پر اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ برابر دوسری طرف کئے رہا۔ آخر میں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک کام کے لئے میرے پاس آئے تھے جسے میں کر نہیں سکتا تھا معلوم ہوتا ہے ان کی طبیعت پر اس بات کا اب تک اثر ہے۔ دوستوں نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے مگر اس نے منہ پھر بھی نہ پھیرا اور کہنے لگا "کدیں انہاں داویلا۔ کدیں ساڈا ویلا" وہ کہتے ہیں یہ بات سنتے ہی پھر ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے آئے۔

یہی بات اللہ نے اس جگہ بیان فرمائی ہے فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ کہ دیکھو اپنے رشتہ داروں کا لحاظ رکھا کرو اور یہ سمجھ لو کہ اگر اس وقت وہ غریب ہیں اور تم امیر تو ممکن ہے کل باری بدل جائے اور تم غریب ہو جاؤ اور وہ امیر۔ پھر جو بعد میں اپنے رشتہ داروں کے آگے ہاتھ جوڑنے ہیں تو کیوں ابھی سے صلح صفائی سے نہیں رہتے اور پھر اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا کہہ کر ایک اور سبق دیا۔ کہ معاملات کے وقت ذرا اوپر بھی نگاہ اٹھا لیا کرو۔

یہ کتنے لطیف نکتے ہیں جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر بنی نوع انسان ان کو اپنے مد نظر رکھیں تو لڑائی جھگڑے ہو سکیں۔ ایک تو وہ اس نکتہ کو

مد نظر رکھیں جسے پنجابی زمیندار نے ان الفاظ میں ادا کیا "کدیں انہاں داویلا - کدیں ساڈا ویلا" اور دوسرے اس نکتہ کو جو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا - میں بیان فرمایا ہے پھر امن ہی امن ہو جاتا ہے اور جھگڑا اور فساد سب مٹ جاتا ہے۔

(الفضل ۳- فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۴ تا ۹)

۱؎ الفضل ۳۰- جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۲

۲؎ النساء : ۲

۳؎ الحجر: ۹۲

۴؎ النساء : ۱۵۱

۵؎

۶؎ PETER. The great. 1672 - 1725 Czar of Russia, Showed great ability and energy of reorganisation of his Army and Navy (Long Mans ENGLISH LAROUSSE ENCYCLOPAEDIA)

۷؎ بخاری کتاب النکاح باب المراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا۔